وَلاَ تَهِنُوا وَلاَ تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ)آل عمران :139

دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ)الروم :47

اور ہمارے زمہ ہے مومنوں کی مدد کرنا

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ)المنافقون8

اور عزت تو اللہ، اسکے رسول اور مومنوں کے لئے ہے

حقیقی ایمان کامیابی کی جڑ ہے

مسلمانوں کے دنیوی عزت، فلاح، سربلندی، خلافت وحکمرانی دین میں مضمر ہے

مفتی محمد ابو بکر جابر قاسمی

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين ,والعاقبة للمتقين ,ولا عدوان إلا على الظالمين ,والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين محمد سيد بني آدم أجمعين .وآله الطاهرين ,وصحابته ,ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

عرض مرتب

یہ کتاب جناب مفتی محمد ابو بکر جابر قاسمی اور جناب مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی صاحب کی تصنیف کا ایک حصہ ہے۔

یہ ہر مسلمان سمجھتا ہے کہ آخرت کی کامیابی اور جنت,دین پر ملے گی۔ لیکن دنیا کی کامیابی کو ہم دین سے اس درجہ میں نہیں جوڑ پاتے۔ حقیقت میں اللہ نے دین پر فلاح اور فوز کا وعدہ کیا ہے جسمیں دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی شامل ہے۔

اس کتاب میں مسلمانوں کو اللہ کی اس واضح وعدہ اور فیصلے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے دنیوی عزت ،فلاح، سربلندی، خلافت و حکمرانی دین میں مضمر ہے۔راحت و سکون سچی عزت ورفعت صرف اور صرف دین میں ہے۔، انفرادی اور اجتماعی کامیابی کا واحد ضامن اللہ اور اسکے رسول ﷺ والی زندگی ہے۔

-

دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ)الروم :47

اور ہمارے زمہ ہے مومنوں کی مدد کرنا

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ)المنافقون8

اور عزت تو اللہ، اسکے رسول اور مومنوں کے لئے ہے

اللہ تعالیٰ سے توفیق کا سوال ہے.

یہ کتاب

جناب مفتی محمد ابو بکر جابر قاسمی اور

جناب مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

کی تصنیف

تبلیغی جماعت اور کتب فضائل حقائق غلط فہمیاں

کا ایک چیپٹر ہے۔

جسے مکتبۃ الاتحاد دیوبند ضلع سہارنپور یوپی (انڈیا) 9897296985 نے شائع کیا ہے

جسے افادہ عام کی غرض سے الگ سے شائع کیا جارہا ہے۔

اللہ مصنف کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پوری کتاب نیچے کے لنک پر ڈاون لوڈ کر سکتے ہیں

https://nmusba.wordpress.com/2013/07/11/tableeghi-jamaat-kutub-fazail-haqaiq-galat-fehmiyaa-by-shaykh-mufti-abu-bakar-jaber-qasmi-and-shaykh-mufti-rafi-uddin-haneef-qasmi/

http://archive.org/download/TableeghiJamaatKutubEFazailHaqaiqGalatFehmiyaaComplete./Tableeghi%20Jamaat%20,%20Kutub%20e%20Fazail%20Haqaiq%20,%20Galat%20Fehmiyaa%20Complete..pdf

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقیقی ایمان ہی کامیابی کی جڑ ہے

دعوت کی اس تحریک کا اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی کا ایمان بنے، چونکہ ایمان ہی وہ اصل مایہ ہے جس کے ذریعہ دنیوی واخروی زندگی کی حقیقی کامیابیاں حاصل ہوسکتی ہیں، اللہ عزوجل نے بھی قرآن کریم میں دنیوی واخروی فوز وفلاح کا جو وعدہ کیا ہے وہ اسی ایمان وایقان پر، آج امت کی ناکامی اور شکست وریخت اور ہر محاذ پر بچھڑ جانے کی وجہ یہی ہے کہ اس کے پاس یقین کی وہ دولت نہیں رہی جو ہر قسم کی فتح وغلبہ کی پیش خیمہ تھی، چنانچہ نصرت وکامیابی، عزت وعظمت، بلندی وسرفرازی، غلبہ وفتح، امن وسکون، زمین کی خلافت وجانشینی، دنیا میں رزق کی وسعت وکشائش یہ تمام اُمور جس کا ہر انسان متمنی ہوتا ہے وہ اسی حقیقی ایمان پر موقوف ہے چنانچہ ہم آیاتِ قرآن کی روشنی میں بالتفصیل یہ بتلائیں گے کہ ایمان ہی پر اصل کامیابی کا دارومدار ہے۔

چنانچہ اللہ عزوجل نے ایک موقع سے اپنی مدد ونصرت کو ایمان ہی کے ساتھ متعلق فرمایا ہے، ارشادِ خداوندی ہے : " اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ " (۱) "ہم پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز بھی جس میں گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے" (مراد اس سے قیامت کا دن ہے)۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ رقم طراز ہیں :

"یعنی دنیا میں ان کا بول بالا کرنا ہے، جس مقصد کیلئے وہ کھڑے ہوتے ہیں، اللہ کی مدد سے اس میں کامیابی ہوتی ہے۔ حق پرستوں کی قربانیاں کبھی ضائع نہیں ہوتیں، درمیان میں کتنے ہی اُتار چڑھاؤ ہوں اور کیسے ہی امتحانات پیش آئیں مگر آخر ان کا مشن کامیاب ہوکر رہتا ہے۔ علمی حیثیت سے تو حجت وبرہان میں تو وہ ہمیشہ ہی منصور رہتے ہیں، لیکن مادی فتح اور ظاہری عزت ورفعت بھی آخر کار ان ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ سچائی کے دشمن کبھی معزز نہیں رہ سکتے، ان کا علو اور عروج محض

(۱) المؤمن : ۵۱

ہنڈیا کا جھاگ اور سوڈے کا ابال ہوتا ہے، لیکن واضح رہے کہ جن مومنین کیلئے وعدہ کیا گیا ہے وہ حقیقی مومن اور متبع رسل ہیں۔"

ایمان والے ہی اس دنیوی اور اخروی دونوں زندگیوں میں کامیاب اور منصور رہتے ہیں، اس حوالے سے ارشادِ خداوندی ہے : " وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ " (۱) "اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمہ تھا۔"

یعنی مومنین کاملین کی منجانب اللہ امداد واعانت ہوتی رہتی ہے۔ اللہ عزوجل نے حقیقی عزت کا مستحق مومنین کو قرار دیا ہے : " وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ " (۲) "اور اللہ ہی کی ہے عزت اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی۔"

یعنی اصل اور ذاتی عزت اللہ کی ہے؟ اس کے بعد اس سے تعلق رکھنے کے بدولت درجہ بدرجہ رسول کی اور ایمان والوں کی علو وسرفرازی اور سربلندی ان ہی مومنین کاملین کیلئے مقدر کی گئی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: " وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ " (۳) "اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے (ایمان وایقان کے راستے پر مستقیم رہنے میں تمہاری بلندی کا راز ہے)"۔

غالب اور فاتح بھی یہی مومنین کاملین رہیں گے: "وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ" (۴) "اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایمان دار لوگوں سے، سو اللہ کا گروہ ہی بلاشک غالب ہے۔"

امن وعافیت اور چین وسکون کا وعدہ بھی اللہ عزوجل نے اسی حقیقی ایمان پر کیا ہے: "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۵) "جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کیلئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں۔"

مومن حقیقی ہی کو زمین کی خلافت اور جانشینی کا مستحق قرار دیا گیا ہے : " وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

(۱) الروم : ۴۸ (۲) المنافقون : ۸ (۳) ال عمران : ۱۳۹
(۴) المائدة : ۵۶ (۵) الانعام : ۸۳

اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ " (۱) "تم میں جولوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی۔ (مثلاً بنی اسرائیل کو قبطیوں پر غالب کیا پھر عمالقہ پر غلبہ دیا اور مصروشام کی حکومت دی، یہ ہیں ایمان اور اعمال صالحہ کے ثمرات اور منافع)"۔

" فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ " (۲)
"جولوگ ایمان لے آویں اور اچھے کام کرنے لگیں ان کیلئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔"

اس آیتِ کریمہ میں ایمان اور اعمالِ صالحہ پر مغفرت اور باعزت روزی کا وعدہ کیا گیا ہے۔

ایک دوسری آیت میں ایمان اور اعمالِ صالحہ پر بخشش ومغفرت اور اور بے پایاں اجروثواب کا وعدہ کیا گیا ہے: " وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ " (۳)
"اور جولوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کیلئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔"

اس کے علاوہ بے شمار آیتیں ہیں جو ایمانِ کامل اور یقینِ مطلوب پر دنیا وآخرت میں، دوجہاں میں انعاماتِ خداوندی سے سرفراز کئے جانے پر دلالت کرتی ہیں۔

بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام اصلاحی صفات جن میں تقویٰ، توکل، اخلاص، مہمان داری، اپنی ذات پر اپنے بھائی کو ترجیح دینا اور اللہ کے راہ میں خرچ کرنا ان تمام اوصافِ حمیدہ کے زیور سے انسان اسی وقت مزین ہوسکتا ہے جبکہ اس کا ایمان بن چکا ہو اور اس کا یقین مضبوط اور کامل ہو چکا ہو۔ یہی وجہ ہے اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں مسلمانوں کو اپنے اس قول سے مخاطب فرمایا ہے: "اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا " (جولوگ ایمان لے آئے) احادیث میں بھی اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں جو ایمان کی اس حقیقی کیفیت پر دلالت کرتے ہیں: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ " (جوشخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو) چونکہ جب انسان اسلام کے درجہ سے ایمان اور اطمینان کے درجہ تک رسائی حاصل کرلیتا ہے تو ان کیلئے اللہ عزوجل کے احکام اور اوامر کی بجا آوری بالکل آسان ہوجاتی ہے، بلکہ اس کی ایمانی قوت خود اُسے ان احکام پر اس کی عملی زندگی میں نفاذ کیلئے ابھارتی ہے۔

(۱) النور : ۵۵ (۲) النور : ۵۵ (۳) الفاطر : ۷

آج ہمارے پاس وہ ایمان نہیں رہا جو نہایت ہی انوکھی اور تعجب خیز چیزیں ہم سے ظاہر کرواتا تھا، جو ہمیں اللہ کی حرام کردہ اشیاء سے بچا کر اس کی اطاعت شعاری کا خوگر بناتا تھا۔ مادی، شہوانی اور نفسانی خواہشات کے ملبہ کی صفائی کا کام کرتا تھا، بس اس وقت ہمارے پاس ایمان کی صورت یا اس کی رواجی شکل رہ گئی ہے، بلکہ ہم صرف نام اور خاندان کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ اس پر طرّہ یہ کہ ایمان کے اس خالی دعوے نے ہمیں ایمان کی دعوت کی محنت سے مستغنی اور بے نیاز کردیا ہے۔

مسلمان اس وقت ایمان کی اس محنت کو عجیب وغریب نظر سے دیکھتے ہیں اور وہ لوگ یہ باور کرتے ہیں کہ دعوت کا میدان تو غیر مسلم ہیں، مسلمان نہیں؟ پھر کیوں ان آیتوں میں مسلمانوں سے مزید ایمانی ترقی کا مطالبہ کیا گیا ہے: " يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا " (۱) اے مومنو! ایمان لے آؤ۔
" قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا، قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا، وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ " (۲) دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لے آئے آپ کہہ دیجئے تم ایمان نہیں لائے، لیکن مسلمان ہوئے ہو، ابھی تک ایمان کی حقیقت تمہارے دلوں میں جاگزیں نہ ہوسکی۔

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: اگر ایمان ویقین کی دعوت کی یہ محنت نہ کی جائے تو غیر مسلموں کا اسلام میں داخلہ تو درکنار رہا، خود مسلمان ایمان کی ناپختگی کی وجہ سے دنیا کے مظاہر سے متاثر ہوکر رہی سہی ایمانی دولت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

دعوت کی اس محنت کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ فاسد یقین (چیزوں اور مالوں کے یقین) کو صحیح یقین (اللہ اور اعمال) سے بدل دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم بکثرت ایمان کا مذاکرہ کیا کرتے تھے۔ ان کو حضور ﷺ کی باتوں پر اس قدر یقین اور اذعان حاصل تھا کہ وہ اس کے مقابل ظاہری، حسی، شعوری چیزوں اور تجربات اور مشاہدات تک کا انکار کردیتے تھے۔ وہ اپنی اسی ایمانی کیفیت کی تجدید اور اس میں نیا پن لانے کیلئے اللہ کے ذات وصفات، فرشتوں، تقدیر، قیامت کی علامات، قبر، برزخ، قیامت کے دن جنت کی نعمتوں اور آخرت کے عذابات کا مذاکرہ کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ اپنی اس ایمانی سطح میں کچھ کمی محسوس کرتے تو نفاق کا خدشہ کرنے لگتے۔ اس دعوت کی محنت سے صحابہ والا یہی ایمان مطلوب ہے: " فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا " (۳)

(۱) النساء : ۱۳۶ (۲) الحجرات : ۱۴ (۳) البقرة : ۱۳۸

اگر وہ تمہاری طرح ایمان لے آئیں گے راہ یاب ہو جائیں گے، "اٰمِنُوْا کَمَا اٰمَنَ النَّاسُ" (۱) "صحابہ کے مانند ایمان لے آؤ"۔ اس تحریر کی روشنی میں مسلمانوں کے ایمان و یقین میں تبدیلی لانے والی اس محنت کی ضرورت و حاجت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ (۲)

اعمالِ صالحہ کی اہمیت قرآن و حدیث کی روشنی میں

دعوت و تبلیغ کی اس تحریک میں ایمان کے بعد سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا جاتا ہے وہ اعمال ہیں، چونکہ ایمان اور اعمالِ صالحہ پر ہی دارین کی کامیابی اور صلاح و فلاح کا دار و مدار ہے۔ جس طرح گناہ اور بداعمالیاں حوادث اور پریشانیوں کا سبب بنتے ہیں ایسے ہی اعمالِ صالحہ میں اللہ عز و جل نے وہ تاثیر اور قوت رکھی ہے کہ اسی کے ذریعے تمام خیرات اور برکات وجود میں آتے ہیں۔ اللہ کی مددیں اور نصرتیں نازل ہوتی ہیں، رزق میں وسعت اور کشائش عطا کی جاتی ہے، ذیل میں ہم چند آیات و احادیث کو پیش کریں گے جن سے اعمالِ صالحہ کی اہمیت اور اللہ کے فیصلوں کے نزول میں اس کی اثر انگیزی کا بخوبی پتہ چل جائے گا۔

چنانچہ درج ذیل آیات میں اللہ عز و جل نے ایمان اور تقویٰ کے اختیار کرنے پر آسمان و زمین کی برکتوں اور نعمتوں کے دروازے کھولنے کا وعدہ کیا ہے، لیکن چونکہ ان لوگوں نے انکار کیا اور اپنی بداعمالیوں میں مبتلا رہے اس واسطے عذابِ خداوندی کے مستحق ٹھہرے۔

"وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰىٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" (۳) "اگر ان بستیوں کے رہنے والے (پیغمبروں پر) ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم (بجائے ارضی و سماوی آفات کے) ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں نازل کرتے لیکن انہوں نے تو تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔"

---

(۱) البقرۃ : ۱۳
(۲) کلمۃ المترجم ، المنہج الدعوی السلیم : ۳، ۴، ۵، ۶
(۳) الاعراف : ۹۶

ایک دوسری جگہ بھی اللہ عز و جل نے اہلِ کتاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر یہ لوگ توریت و انجیل پر عمل پیرا ہوتے، اس کے احکام کو بجا لاتے تو ہم ہر جانب سے ان پر اپنی برکتوں اور نعمتوں کے دہانے کھول دیتے (یعنی اگر وہ اعمالِ صالحہ پر جمے رہتے تو ان میں دوام اور استقرار عطا کرتے)۔

"وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ، مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ، وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ" (۱) "اور اگر یہ لوگ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی اس کی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے، ان میں سے ایک جماعت راہِ راست پر چلنے والی ہے اور زیادہ ان میں ایسے ہی ہیں کہ ان کے کردار بہت برے ہیں۔"

"وَاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاۗءً غَدَقًا" (۲) "اگر یہ لوگ سیدھی راہ پر ہوتے تو ہم اُنہیں فراغت کے پانی سے سیراب کرتے (یعنی ہر قسم کی ظاہری و باطنی ہر قسم کی برکات سے سرفراز ہوتے)۔"

"وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ" (۳) "اور اے میری قوم کے لوگو! اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور اس کی طرف رجوع ہو جاؤ وہ تمہارے لئے بھرپور بارش نازل فرمائے گا (جس سے تمہاری غذائی مشکلات دور ہوں گی) اور تمہاری قوت کو اپنی غیبی قوت اس کے ساتھ شامل کر کے بڑھا دے گا اور دیکھو مجرم بن کر اس سے روگردانی نہ کرو۔"

یعنی ان کے توبہ و استغفار اور رجوع الی اللہ کے ظاہری فوائد و برکات یہ ہوں گے، ان پر بارانِ رحمت خوب برسے گی، جس پر تمام غلے اور پھلوں کی پیداوار کا دار و مدار ہے، پھر اس کے علاوہ مالی اور بدنی قوت بھی بڑھائے گا، اولاد میں برکت دے گا، خوشحالی میں ترقی ہوگی اور مادّی قوت کے ساتھ ساتھ روحانی قوت کا بھی اضافہ کر دیا جائے گا، بشرطیکہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس کی اطاعت سے مجرموں کی طرح روگردانی نہ کرو۔ (۴)

---

(۱) المائدۃ : ۶۶ (۲) الجن : ۱۶ (۳) الھود : ۵۲ (۴) تفسیر فوائدِ عثمانی

اور ایک موقع سے اعمال صالحہ پر روحانی وجسمانی اور ظاہر و باطنی ترقی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

"اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا، يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا، وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهَارًا" (۱)

"اے میری قوم کے لوگو اپنے گناہوں کی معافی مانگو، وہ بہت بخشنے والا ہے (جب تم سچے دل سے رجوع کرو گے تو وہ) تم پر بھرپور بارش نازل کرے گا اور تمہارے مال و اولاد میں اضافہ فرمائے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا اور تمہاری زمین کو باغات والی زمین بنادے گا۔"

اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں علامہ عثمانی لکھتے ہیں :

یعنی ایمان و استغفار کی برکت سے قحط وخشک سالی دور ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ دھواں دار برسنے والا بادل بھیج دے گا جس سے کھیت اور باغ خوب سیراب ہوں گے، غلے پھل، میوہ کی افراط ہوگی، مویشی وغیرہ فربہ ہوجائیں گے، دودھ گھی بڑھ جائیگا اور عورتیں جو کفر ومعصیت کی وجہ سے بانجھ ہورہی تھیں اولاد کو جننے لگیں گی، غرض آخرت کے ساتھ دنیا کے عیش و بہار سے بھی وافر حصہ دیا جائے گا۔ (۲)

ایسے ہی مندرجہ ذیل آیات میں نماز اور دیگر اعمالِ صالحہ کے بجالانے کو دنیا میں فتح و نصرت اور آخرت میں نجات اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بتلایا گیا ہے :

"وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ" (۳) "اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون کی طرف وحی کی کہ تم مصر میں اپنی قوم کیلئے گھروں کو برقرار رکھو (یعنی فی الحال مصر میں اپنے گھروں میں رہو) اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ قرار دے لو اور نماز قائم کرو اور اسی کے ساتھ اہل ایمان کو بشارت سنادو (کہ اللہ تم کو کامیاب کرے گا)۔"

"مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً، وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" (۴) "جو شخص کوئی نیک کام کرے

(۱) نوح : ۱۰-۱۲ (۲) تفسیر فوائد عثمانی (۳) یونس : ۸۷ (۴) النحل : ۹۷

مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ایمان والا ہو تو ہم اُسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے (یہ دُنیا میں ہوگا اور آخرت میں) اُن کے اچھے کاموں کے بدلے میں اُن کو اجر دیں گے۔"

یہاں تمام اعمال صالحہ کے متعلق عام ضابطہ بیان کیا گیا ہے، حاصل یہ ہے کہ جو کوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے، بشرطیکہ وہ کام صرف صورۃً نہیں بلکہ حقیقتاً نیک ہوں، یعنی ایمان اور معرفتِ صحیحہ کی روح اپنے اندر رکھتے ہوں تو ہم ان کو ضرور پاک، ستھری اور مزیدار زندگی عنایت کریں گے مثلاً دنیا میں حلال روزی غنائے قلبی، سکون وطمانیت، ذکر اللہ کی لذت، حبِ الٰہی کا مزہ اور ادائے فرض، عبودیت کی خوشی، کامیاب مستقبل کا تصور۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : "اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا" (۲) "بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ ان کیلئے مخلوق کے دل میں محبت پیدا کردیں گے۔"

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : "وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا" (۳) "اور جس نے نیک کام کئے ہوں گے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا، اس کو اس کے عمل کا پورا بدلہ ملے گا اور اس کو نہ کسی زیادتی کا خوف ہوگا اور نہ ہی حق تلفی کا (یعنی نہ یہ ہوگا کہ گناہ کے بغیر لکھ دیا جائے اور نہ ہی کوئی نیکی کم لکھ کر حق تلفی کی جائے گی)۔"

"وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" (۴) "اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر مشکل سے خلاصی کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا کردیتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتے ہیں جہاں سے اس کو خیال بھی نہیں ہوتا۔"

"اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، وَالْبَاقِيَاتُ الصّٰلِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا" (۵) "مال اور اولاد تو دنیا کی زندگی کی (فنا ہونے والی) رونق ہیں اور اچھے اعمال جو ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں، وہ آپ کے رب کے یہاں یعنی آخرت میں ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید لگانے کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں۔"

(۱) تفسیر عثمانی (۲) مریم : ۹۶ (۳) طٰہٰ : ۱۱۲
(۴) الطلاق : ۲،۳ (۵) الکھف : ۴۶

(یعنی اچھے اعمال پر جو امیدیں وابستہ ہوتی ہیں وہ آخرت میں پوری ہوں گی اور امید سے زیادہ ثواب ملے گا، اس کے برعکس مال واسباب سے امیدیں پوری نہیں ہوتیں)۔

اِس کے علاوہ بے شمار آیات ہیں جس میں اعمالِ صالحہ کی اہمیت، ان کی قدر و قیمت، ان سے دنیا و آخرت کی کامیابی و سرفرازی، اس سے محبت الٰہی، رضائے خداوندی اور بے پایاں رزق کے حصول کی خوشخبریاں سنائی گئی ہیں۔

احادیث اور اکابر کے ملفوظات اور تحریروں سے اعمال کی اہمیت کا ثبوت

مندرجہ ذیل تحریر میں ہم احادیث اور اکابر کے ملفوظات اور تحریروں کی روشنی میں اعمالِ صالحہ کی اہمیت اور دنیا و آخرت میں ان اعمال پر ملنے والے فوائد و ثمرات اور منافع اس کے برخلاف اعمالِ سیئہ (برے اعمال) کی وجہ سے دونوں جہاں کی ناکامیوں و نامرادیوں اور نتائج بد سے دوچار ہونے کو بتلائیں گے۔

درجِ ذیل حدیث میں اعمال صالحہ پر ترغیب اور برے اعمال کے خراب نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے:

عن أبی هریرة أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: بادروا بالأعمال سبعًا هل تنتظرون الّافقرا منسیا، أوغنًی مطغیاً، اومرضًا مفسداً، او هرماً مفندًا، اوموتاً مجهزاً، أو الدجّال فشرٌّ غائبٍ یُنتظر أو الساعة؟ فالساعة ادهی وامرّ (۱) حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات چیزوں سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو۔ کیا تمہیں ایسی تنگ دستی کا انتظار ہے جو سب کچھ بھلا دے، یا ایسی مالداری کا جو سرکش بنا دے، یا ایسے بڑھاپے کا جو عقل کھو دے یا ایسی موت کا جو اچانک آجائے۔ (یعنی وقت توبہ کرنے کا موقع بھی نہیں ملتا) یا دجال کا جو آنے والی چھپی ہوئی برائیوں میں بدترین برائی ہے، یا قیامت کا؟ قیامت تو بڑی سخت اور بڑی کڑوی چیز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو ان سات چیزوں کے آنے سے پہلے نیک اعمال کے ذریعہ اپنی آخرت تیار کرلینی چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان رکاوٹوں میں سے کوئی رکاوٹ آجائے اور انسان اعمال صالحہ سے محروم ہو جائے۔

(۱) رواہ الترمذی : رقم ۲۳۰۶

ایک دوسری روایت میں زمانہ کے تغیر اور حالات کی تبدیلی اور لوگوں پر اس کے اثر انداز ہونے اور اعمال خیر سے محروم رہ جانے پر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ (نیک) اعمال کرنے میں جلدی کرو اور ایسے فتنوں کے پیدا ہونے سے (پہلے پہلے کرلو) جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے، (کہ حق ناحق کا امتیاز مشکل ہو جائے گا) ان میں صبح کو آدمی مومن ہوگا شام کو کافر، شام کو مومن ہوگا، صبح کو کافر، اپنے دین کو تھوڑے سے دنیا کے سامان کے بدلے بیچ دے گا۔ (۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے: مرنے سے پہلے پہلے اللہ کی طرف رجوع (اور توبہ) کرلو اور مشاغل کی کثرت سے پہلے پہلے اعمال صالحہ کرلو اور اللہ جل شانہ کو کثرت سے یاد کرکے اور مخفی اور علانیہ صدقہ کرکے، اللہ کے ساتھ رابطہ جوڑلو کہ ان چیزوں کی وجہ سے تم کو رزق عطا کیا جائے گا، تمہاری مدد بھی کی جائے گی اور تمہارے نقصان کی بھی تلافی کردی جائے گی۔ (۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد اعمال کی اہمیت اور اُس کے دُنیاوی اور اُخروی زندگی کے بناؤ و بگاڑ میں اثر اندازی کو بتانے کیلئے کافی ہے۔ حدیثِ قدسی ہے: ان اللّٰه تعالٰی یقول: یا ابن ادم تفرّع لعبادتی املأصدرك غنی، واسدّ فقرك، وان لاتفعل ملأتُ یدیكَ شغلًا، ولم اسدُّ فقرك (۳) حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: اے آدم کی اولاد تو میری عبادت کیلئے فراغت (کے اوقات نکال لے) میں تیرے سینے کو غنا (اور بے فکری) سے پر کردوں گا اور تیرے فقر (وفاقہ) کو دور کردوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے گا کہ میری عبادت کیلئے فارغ بنے تو تجھے مشاغل میں پھنسا دوں گا اور تیرا فقر زائل نہ کروں گا۔

اور ایک صحیح حدیث میں ہے، اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں: اگر بندے میری اطاعت (پوری پوری) کریں تو رات کو سوتے ہوئے ان پر بارش برساؤں گا اور ان میں آفتاب نکالا رہے (کہ کاروبار میں حرج نہ ہو) اور بجلی کی آواز بھی ان کے کان میں نہ پڑے (تاکہ ان کو ذرا سی بھی خوف و ہراس نہ ہو)۔ (۴)

(۱) اخرجه المسلم: الایمان/الحث علی المبادرة بالأعمال قبل تظاهر الفتن رقم:۱۱۸
(۲) الترغیب: ۱۲۵۱۴، اخرجه ابن ماجه، اقامة الصلوة / فرض الجمعة رقم: ۱۰۸
(۳) الترمذی، باب ۳۰، رقم: ۲۴۶۶، مع تحقیق محمد احمد شاکر، وابن ماجة الزهد، باب الهم بالدنیا: ۴۱۷۰، مع تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی، مطبوعة دارالفکر
(۴) اخرجه احمد: ۲۵۹/۲

ان روایات کی توضیح میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں :

لیکن ہم لوگ کمانے کے واسطے، عبادت ہی کے اوقات سب سے پہلے حذف کر دیتے ہیں، جب اس طرح اللہ کی نافرمانیوں میں ہماری ترقی ہو تو پھر ہماری پریشانیوں اور تنگدستیوں میں اضافہ کیوں نہ ہو، دین سے بے پرواہ ہو کر مسلمان روٹی کا سوال حل کرنا چاہیں تو کیسے ممکن ہے، جبکہ روٹی دینے والا یہ کہے کہ میں فقر نہ دور کروں گا، نہ دل کو مشاغل سے خالی کروں گا۔

برے اعمال کا خراب انجام

آج کل لوگ نہ جانے کیسی کیسی آفات اور پریشانیوں سے دوچار ہیں، زلزلے، طوفان، قحط، سڑک حادثات، بم دھماکے، نت نئی بیماریاں، اس قسم کے حوادث روزمرہ کے چیزیں ہوگئی ہیں، نئے نئے مصائب روزافزوں ہیں، جو کبھی پہلے برسوں میں بھی نظر نہیں آتے۔ اخبارات اٹھا کر دیکھ لیجئے اخبار کا تہائی سے زیادہ حصہ قتل وغارت گری اور کشت وخون کے واقعات سے بھرا پڑا ہوگا یہ سب بداعمالیوں کے نتائج ہیں۔ ہم اعمال بد کے خراب نتائج پر دلالت کرنے والی چند روایات بھی ذکر کرتے ہیں :

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتُّخِذَ الفئى دولاً، والأمانة مغنمًا، والزكاة مغرمًا، وتُعُلِّم لغير الدين، واطاع الرجل امرأته، وعقّ امّه، وادنى صديقهٗ، واقصى اباه، وظهرت الأصوات في المساجد، وسادالقبيلة فاسقهم وكان زعيم القوم ارذلهم، واُكرَم الرجل مخافة شره، وظهرت القنيات والمعازف وشُرِبت الخمورُ وَلُعن اٰخرهذه الأمّة أولها فليرقبوا عندذٰلك ريحًا حمراء وزلزلةً وخسفًا ومسخًا وقذفًا، واٰياتٍ تتابع كنظامٍ قطع سلكه فتتابع (۱)

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مالِ غنیمت کو اپنی ذاتی دولت سمجھا جانے لگے، امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جانے لگے یعنی امانت کو ادا کرنے کے بجائے خود استعمال کرلیا جائے، زکوۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے، یعنی خوشی سے دینے کے بجائے ناگواری سے دی جائے، علم، دین کیلئے نہیں، بلکہ دُنیا کیلئے حاصل کیا جانے لگے، آدمی بیوی کی فرمانبرداری اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے، دوست کو قریب اور باپ کو دور کرے، مسجدوں میں کھلم کھلا شور مچانے لگے،

(۱) رواه الترمذی : باب ماجاء في علامة حلول المسخ الخسف، رقم: ۲۲۱۱

قوم کی سرداری فاسق کرنے لگے، قوم کا سربراہ قوم کا سب سے ذلیل آدمی بن جائے، آدمی کا اکرام اس کے شر سے بچنے کیلئے کیا جانے لگے۔ اور اُمت کے بعد والے لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کو برا کہنے لگیں، اس وقت سرخ آندھی، زلزلے، زمین کے دھنس جانے، آدمیوں کی صورت بگڑ جانے اور آسمان سے پتھروں کے برسنے کا انتظار کرنا چاہئے اور ایسے ہی مسلسل آفات کے آنے کا انتظار کرو جس طرح کسی ہار کا دھاگا ٹوٹ جائے اور اس کے موتی پے در پے جلدی جلدی گرنے لگیں۔

ایک دوسری روایت میں اعمالِ بد کے بھیانک انجام کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : عن عبداللّٰه بن عباس رضى اللّٰه عنهما أنّه قال : ماظهر الغلول في قومٍ قط الّا ألقي في قلوبهم الرعب ولافشى الزنا في قومٍ الّا كَثَرُ فيهم الموت ولا نقص قوم المكيال والميزان الّاقُطِع عنهم الرزق، ولاحكم قوم بغير الحق الّافشى فيهم الدم، ولااختر ق قوم بالعهد الأسلّط عليهم العدو (۱)

حضرتِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کسی قوم میں مالِ غنیمت کے اندر خیانت کھلم کھلا ہونے لگے تو ان کے دِلوں میں دُشمن کا رعب ڈال دیا جاتا ہے، جب کسی قوم میں زنا عام طور سے ہونے لگے تو اس میں اموات کی کثرت ہوجاتی ہے۔ جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے تو اس کا رزق اٹھالیا جاتا ہے یعنی اس کے رزق میں برکت ختم کردی جاتی ہے، جب کوئی قوم فیصلوں کے کرنے میں ناانصافی کرتی ہے تو ان میں خونریزی پھیل جاتی ہے، جب کوئی قوم عہد کو توڑنے لگے تو اس پر دُشمن مسلط کردیئے جاتے ہیں۔

ان روایات کی روشنی میں خود ہم یہ طے کرلیں کہ ان میں سے کونسی برائی ہم میں موجود نہیں، تمام برائیاں بیک وقت ہم میں پائی جاتی ہیں، پھر اللہ کی مددیں اور نصرتیں ہمارے اوپر کیوں کر نازل ہوں؟ کیوں ہم مصائب اور حوادث کا شکار نہ ہوں؟ یہ تمام مصائب تو ہمارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے ہیں۔ پھر ان پر رونا کیسا؟ اگر حالات کے تبدیلی کے خواہاں ہیں تو اپنے اعمال پر نظرثانی کرنی ہوگی، اعمالِ صالحہ کو اختیار کرنا ہوگا پھر یہ مصائب وحوادث کے بادل خود بخود چھٹ جائیں گے۔

(۱) رواه امام مالك في المؤطا باب ماجاء في الغلول : حديث ۹۸۱، مع تحقيق محمد فؤاد عبد الباقي

اعمال ہی حالات کی دُرستگی کا واحد سبب ہیں

حضرت مولانا یوسفؒ ایک موقع سے یوں فرماتے ہیں :

''میں دنیا کو دارالاسباب مانتا ہوں مگر انسانوں کی اجتماعی وانفرادی کامیابی، سکون، تمکنت، محبوبیت، مرجعیت، قوت اور تمام اچھے حالات کا واحد سبب حضور ﷺ کی آمد کے بعد صرف حضورِ اقدس ﷺ کے وجودِ اطہر سے صادر ہونے والے اعمال ہیں۔ جب کسی فرد، خاندان، طبقہ، جماعت، قوم یا ملک میں حضور ﷺ والے اعمال آجائیں گے خدا ان کو دارین میں کامیابی عطا کرے گا، چاہے ان کے پاس کائناتی اسباب ہوں یا نہ ہوں۔'' (۱)

اعمال کی اہمیت اور اُس کی تاکید

دین وشریعت میں اعمال کو خاص اہمیت حاصل ہے، اللہ عزّ وجل نے تمام برکتیں، راحتیں اور دل ودماغ کا سکون اس میں رکھا ہے اور اعمال ہی پر کامیابی کے وعدے فرمائے ہیں۔ اعمال کی اس خصوصی اہمیت اور انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی میں اس اثر انگیزی کی وجہ سے دعوت وتبلیغ میں اس پر خاصی توجہ مبذول کی گئی ہے اور ہر موقع سے اس کی تاکید وتلقین کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ انسانی زندگی پر اعمال کی اسی تاثیر واہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''حالات کی بنیاد ملک ومال، زر وزمین، راکٹ وغیرہ پر نہیں؛ بلکہ حالات کی بنیاد اعمال ہیں، انبیاء، صحابہ اور علماء حالات سنوارتے ہیں، حالات ملک ومال، چاندی، سونا کے بدولت ٹھیک نہیں ہوں گے، جو یہ سمجھتا ہے دھوکہ میں ہے، حقیقت یہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے حالات کو اعمال کے ذریعہ جوڑا ہے، حالات کو چیزوں کے ذریعہ نہیں جوڑا، جیسے عمل کرے گا ویسے حالات مرتب ہوں گے۔'' (۲)

ایک دوسرے موقع سے فرماتے ہیں :

''حضور ﷺ والے اعمال کے بغیر کبھی بھی دنیا وآخرت میں کامرانی نصیب نہیں ہوسکتی،

(۱) تذکرہ حضرت جیؒ : ص/۵۱ (۲) ملفوظات حضرت مولانا یوسف صاحبؒ حصہ اول: ص/۱۰۱،۱۰۲

چاہے کائناتی اسباب کتنے ہی ہاتھ آجائیں؛ بلکہ کائناتی اسباب حکومت، تجارت، زراعت وغیرہ میں جب تک حضور ﷺ والے اعمال کی روح نہ آجائے یہ اسباب مردہ ہیں۔ (۱)

ایک مرتبہ حضرت انعام الحسن صاحبؒ دنیا کی بے وقعتی اور اعمالِ صالحہ کی وقعت واہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''مال ودولت، سونا چاندی، عہدہ ومنصب سب اللہ کے انعامات میں سے خصوصی انعام نہیں ہے بلکہ عمومی ہے اور اس کیلئے ایمان بھی شرط نہیں ہے۔ یہ چیزیں ایمان والوں کو بھی دے دیتے ہیں، اللہ کا خصوصی انعام ایمان ہے اور ایمان بھی وہ جو اعمالِ صالحہ کے ساتھ ہو اور پھر ایمان اور اعمالِ صالحہ والوں میں سے خصوصی انعام ان پر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ دین کی محنت اور جدوجہد کیلئے قبول فرمائے، اس لئے ہمیں عملوں کا اہتمام کرنا ہے۔ عملوں پر جمنا ہے، عمل کی تاثیر دنیا میں بھی ظاہر ہوتی ہے اور آخرت میں بھی۔ اعمال کیلئے دن میں محنت کرنا ہے اور رات میں خدا سے مانگنا ہے، عمل ہی سے دنیا اور آخرت کی زندگی بنتی ہے، جتنی ہماری زندگی اعمال پر آجائیگی اتنے ہی ہم بنتے چلے جائیں گے اور جہاں پر بھی ہوں گے بنے ہوئے رہیں گے۔

ایک دوسری جگہ یوں فرماتے ہیں :

''حالات عمل کے تابع ہیں، اعمال اگر اچھے ہوں گے اللہ تعالیٰ دنیا کے حالات بھی اچھے بنائیں گے، اعمال کی کوشش کے بقدر ہمارے دین ودنیا کے حالات درست ہوں گے، اس لئے ہمیں اعمال کی مشق کرنی ہے اور اعمال میں اپنے آپ کو لگانا ہے۔ اصل مسئلہ آخرت کا ہے۔ دنیا کا ہر مسئلہ تو ختم ہونے کیلئے ہے؛ لیکن آخرت کا بگڑنا بڑی پریشانی کی بات ہے۔ اعمال انسان کی فکر کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر انسان کو دنیا کی فکر ہوگی تو دنیا کے اعمال کرے گا اور آخرت کی فکر ہوگی تو آخرت کے اعمال کرے گا۔''

ایک موقع سے کہنے کے مقابلے میں کرنے کو ترجیح دیتے ہوئے قول کے مقابلے عمل کے وزنی اور موثر ہونے کو بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں :

(۱) ملفوظات حضرت مولانا محمد یوسف صاحب حصہ اول: ص/۸۳

"عملی تعلیم قولی تعلیم سے زیادہ قوی ہے، ایسی ہی عملی تشکیل سے زیادہ قوی ہے، اثر پیدا کرنا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ بغیر عمل کا قول آخرت میں پکڑوائے گا، قول کے مطابق اگر عمل نہ ہو تو نقصان کا سبب ہے۔ تقریر تو ہم خوب کرلیں، واہ واہ فرشتے بھی جھوم رہے ہوں، لیکن جب منبر سے اتر کر آئیں تو عمل کے اعتبار سے ہم کورے ہوں، یہ بڑے خسارے کی بات ہے۔

" كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ " (۱)

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں :

"ایک بزرگ کے سامنے کوئی شخص حجاج ظالم کو بددعا دینے لگا، انہوں نے فرمایا: ایسا نہ کرو، یہ جو کچھ ہو رہا ہے تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے، مجھے یہ خوف ہے کہ اگر حجاج معزول ہو جائے یا مر جائے تو تم پر بندر اور سور نہ حاکم بنا دیئے جائیں (مقاصد حسنہ: ۳۶۱) اور "اَعْمَالُكُمْ عُمَّالُكُمْ" تو ضرب المثل ہے بعض لوگوں نے اس کو حدیث بتایا ہے (ذکرہ العجلونی فی کشف الخفا :۱/۱۶۶) مطلب یہ ہے تمہارے اعمال تمہارے حاکم ہیں، جیسے اعمال ہوں گے ویسے حکام مسلط کئے جائیں گے۔ (۲)

کفار کی دُنیا میں بداعمالیوں کے باوجود خوشحالی کیوں؟

ایک اشکال اس جگہ عوام کو پیش آتا ہے، بلکہ بعض خواص بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں، وہ یہ کہ یہ حسنات وسیئات (خوبیاں اور برائیاں) جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ مسلمانوں کیلئے نافع اور نقصان رساں ہیں ایسی ہی کافروں کیلئے بھی ہیں اور ہونے چاہئیں کہ نقصان دہ چیز بہر حال نقصان دہ ہے، پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ کفار باوجود ان بداعمالیوں میں مبتلا ہونے کے خوشحال ہیں، دنیا میں فلاح یافتہ ترقی یافتہ ہیں اور مسلمان بدحال ہیں اور ان کی پریشانیاں بڑھتی جا رہی ہیں، نبی کریم ﷺ نے شریعت کا کوئی گوشہ بھی تشنہ اور نا تمام نہیں چھوڑا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ : ایک نبی علیہ السلام نے اللہ جل جلالہ سے یہی اشکال عرض کیا تھا کہ اے اللہ تیرا ایک بندہ مسلمان ہوتا ہے نیک اعمال بھی کرتا ہے، تو اس سے دنیا تو ہٹا لیتا ہے اور بلائیں اس پر مسلط کرتا ہے اور ایک بندہ تیرا کافر ہوتا ہے وہ تیری نافرمانی کرتا ہے، تو اس سے بلائیں

(۱) دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم وادراک: ص ۳۳-۳۸ (۲) الاعتدال فی مراتب الرجال: ص ۱۰۰

ہٹا لیتا ہے اور دنیا اس کو عطا فرماتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے وحی بھیجی کہ میرے مومن بندے کیلئے کچھ سیئات ہوتی ہیں ان کی وجہ سے یہ معاملہ کرتا ہوں کہ جب وہ میرے پاس پہنچے تو اس کی خوبیوں کا بدلہ دوں اور کافر کیلئے بھی کچھ خوبیاں ہوتی ہیں، اس لئے یہ معاملہ اس کے ساتھ کرتا ہوں، تا کہ جب وہ میرے پاس آئے تو اس کی برائیوں کا بدلہ دوں۔ (۱)

دوسری حدیث میں وارد ہے :ان اللّٰہ لایظلم المؤمن حسنة یعطی علیها فی الدنیا ویثاب علیها في الأخرة، واما الكافر فيطعم بحسناته فی الدنیا حتّٰی اذا افضٰی الی الاٰخرة لم تكن له حسنة يعطی بها خيرًا (۲) حق تعالیٰ شانہ مومن کی کسی نیکی میں کمی نہیں فرماتے، مومن اس نیکی کے طفیل دُنیا میں بھی (فلاح اور کامیابی) دیا جاتا ہے اور آخرت میں اس کا ثواب علیحدہ دیا جائے گا اور کافر اپنی اچھی عادتوں کی وجہ سے دنیا میں روزی عطا کیا جاتا ہے، لیکن جب آخرت میں پہنچے گا۔ (تو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے) کوئی بھی نیکی نہیں ہوگی۔

ایک جگہ ارشادِ نبوی ہے : اذا أراد اللّٰه بعبده الخير عجّل له العقوبة واذا اراد بعبده الشر امسك عنه ذنبه حتی یوافی به یوم القیامة (۳) جب حق تعالیٰ شانہ کسی بندہ پر نیکی اور بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے گناہوں کا بدلہ دنیا ہی میں لے لیتے ہیں (کہ دنیا کا عذاب ہر حال میں آخرت کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے) اور جب کسی پر عتاب فرماتے ہیں تو اس کے گناہوں کا بدلہ روک دیا جاتا ہے اور قیامت میں اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

اور بھی مختلف عنوانات سے یہ مضمون کثرت سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کافر کیلئے چونکہ نیکیوں کا کوئی معاوضہ آخرت میں نہیں ہے، اس لئے جو بھی کسی قسم کی بھلائی اور نیک عمل وہ دنیا میں کرتا ہے، اس کا معاوضہ اس کو دنیا ہی میں مل جاتا ہے، اور مسلمان کیلئے اعمال حسنہ کا مستقل بدلہ تو آخرت میں ہے اور برائیوں کا اکثر و بیشتر معاوضہ دنیا میں ملتا رہتا ہے، اس لئے وہ جس قدر بھی کوتاہیاں معاصی اور گناہ کرتا رہتا ہے بدحالی اور پریشانی کا شکار ہوتا رہتا ہے۔

(۱) اخرجه الطبرانی فی الكبير: ۱۲/ رقم ۱۲۷۳۵ مجمع الزوائد: ۱۰/۹۳ وقال الهيثمی فيه محمد بن خليد الحنفی، وهو ضعيف :۱۱۸

(۲) اخرجه المسلم: المنافقين/ جزاء المؤمن بحسناته : ۲۸۰۸، واحمد : ۳/۱۲۳

(۳) الترمذی : الزهد/ الصبر علی البلاء : ۲۳۹۶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے فرماتے ہیں :
ایک مرتبہ میں دولتِ اقدس پر حاضر ہوا تو دیکھا حضور ﷺ کے گھر کی کل کائنات چند مٹھی جو اور دو تکئے کچے (بغیر دباغت دیئے ہوئے) چمڑے کے پڑے ہیں اور ایسے ہی ایک آدھ چیز اور پڑی ہے اور حضور ﷺ بوریئے پر لیٹے ہوئے ہیں نہ بدن پر چادر ہے، نہ بوریئے پر کوئی چیز بچھی ہوئی، جس سے بوریئے کے نشانات بدنِ اطہر پر ابھرآئے ہیں، میں یہ منظر دیکھ کر رونے لگا، حضور ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیوں نہ روؤں کہ بدن اطہر پر بوریئے کے نشانات پڑے ہوئے اور گھر کی کل کائنات یہ ہے جو میرے سامنے ہے، فارس وروم خدا کی پرستش بھی نہیں کرتے اوران پر یہ وسعت ہے اور آپ کی یہ حالت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے لیٹے تھے، اٹھ کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: أوفي شكٍ انت يا ابن الخطاب اولئك قوم عجلت لهم طيباتهم في الحياة الدنيا اے خطاب کے بیٹے عمر! کیا تم اب تک شک میں پڑے ہوئے ہو؟ ان قوموں کی بھلائیاں ان کو دنیا ہی میں مل گئیں۔(۱)

لَوْلَااَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ، وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ، وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّامَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ (۲) اور اگر یہ (احتمال) نہ ہوتا کہ سارے آدمی ایک ہی طریقہ پر ہو جائیں گے (یعنی تقریباً سب ہی کافر بن جائیں گے) تو جو لوگ کفر کرتے ہیں ہم ضرور چاندی کی بنادیتے ان کے گھروں کی چھتوں کو اور ان سیڑھیوں کو جس پر وہ چڑھتے ہیں اور ان کے گھر کے کواڑوں کو بھی اور ان کیلئے تخت بھی (چاندی کے کردیتے) جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے اور (یہ سب چیزیں) سونے کی (بھی بنادیتے کہ کچھ حصہ چاندی کا ہوتا اور کچھ سونے کا) اور یہ سب کچھ ساز وسامان کچھ بھی نہیں، مگر دنیوی زندگی کا چندروزہ سامان اور آخرت آپ کے رب کے یہاں پرہیز گاروں کیلئے ہے۔

(۱) بخاری، المظالم/الغرفة والعليه المشرفة في السطوح وغيرها : ۲۴۶۷۱
(۲) الزخرف : ۳۵

ایک حدیث میں آیا ہے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں : اگر یہ بات نہ ہوتی کہ مومن گھبرا جائیں گے (اور اپنی تکلیف کے مقابلہ میں دوسرے کی اتنی راحت دیکھ کر تکلیف زیادہ محسوس کریں گے) تو میں کفار پر لوہے کی پٹیاں باندھ دیتا (یعنی لوہے کا خول ان پر چڑھا دیتا کہ وہ کبھی کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھاتے اور ان پر دنیا کو بہادیتا۔(۱)

کافروں کیلئے دنیا میں یہ راحتیں اس لئے ہیں کہ دنیا اللہ کے نزدیک نہایت ہی ذلیل چیز ہے۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ: اگر اللہ جل شانہ کے نزدیک دنیا کی قدر مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔(۲)

حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ : جب تو کسی کو دیکھے کہ باوجود معاصی اور گناہوں میں مبتلا ہونے کے دنیا کی (نعمتیں) پا رہا ہے تو یہ استدراج اور ڈھیل ہے پھر حضور پاک علیہ السلام نے یہ آیتِ قرآن تلاوت فرمائی: فَلَمَّا نَسُوْا مَاذُكِّرُوْابِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَاِذَاهُمْ مُّبْلِسُوْنَ۔(۳) ترجمہ : پس جب وہ بھول بیٹھے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی، تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے (یعنی خوب نعمت اور ثروت عطا کی) یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں میں جو ان کی دی گئی تھی خوب اترا گئے (اور مستی میں ان کا کفر بڑھ گیا) تو ہم نے ان کو دفعۃً پکڑ لیا، پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے۔

ان تمام مجموعی روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کفار کو جو خوشحالی، فارغ البالی اور راحت دنیا میں عطا کی جاتی ہے وہ اس لئے ہے کہ ان کے نیک اعمال کا انجام دنیا ہی میں انہیں دیا جاتا ہے آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، یا ان پر ان نعمتوں کی کثرت بطور استدراج اور ڈھیل کے ہوتی ہے، پھر اچانک اللہ عزوجل ان کی پکڑ کر لیتے ہیں۔

(۱) الطبرانی فی الکبیر : ۱۸/ رقم: ۸۰۸، وقال الهيثمی فی المجمع : ۲۸۶/۱۰، رجاله ثقات
(۲) الترمذی : الزهد/هوان الدنيا: ۲۳۲۰
(۳) الانعام :۴۴، اخرجه احمد : ۱۵۴/۴